کشمیر بزور شمشیر (قسط :16)

تاریخ جموں وکشمیر

ابومحمد عبدالوہاب خان

5-6-75 سردار ابراہیم نے آزاد کشمیر کے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھالیا۔

17-6-75 آزاد کشمیر اسمبلی کے 38 ارکان نے حلف اٹھایا۔

25-9-75 پاکستان نے شملہ معاہدے پرعمل نہیں کیا۔(اندرا گاندھی)

17-10-75 شیخ عبداللہ نے کشمیر کے بھارت سے الحاق کی مخالفت کا اعلان کردیا۔

2-2-76 آزاد کشمیر میں برفباری اور تودے گرنے سے 14 افراد جاں بحق ہوئے۔

11-2-76 کشمیری لیڈر سردار محمد حسین انتقال کر گیا۔

18-2-76 ملکی سالمیت اور کشمیریوں کی حق خودارادیت کے خلاف کسی بھی طاقت کا دباؤ قبول نہیں کریں گے۔(بھٹو)

29-5-76 ہم مسئلہ کشمیر میں پاکستان کی حمایت کرتے ہیں۔(حکومت چین)

21-6-76 پاکستان کشمیریوں کو حق خودارادیت دلا کر دم لے گا۔(بھٹو کا خطاب)

21-6-76 آل جموں کشمیر کانفرنس کے سربراہ سردار محمد ابراہیم نے اپنی جماعت آزاد کشمیر پیپلز پارٹی میں شامل کردی۔

4-7-76 حکومت مسئلہ کشمیر حل کرنے میں مخلص ہے تو اسے اقوام متحدہ میں پیش کرے۔(پیر پگاڑا)

8-7-76 بھارت کو R.C.D میں شمولیت سے قبل مسئلہ کشمیر حل کرانا ہوگا۔(بھٹو۔تہران)

9-8-76 مسئلہ کشمیر ''کچھ لو کچھ دو'' کی پالیسی کے تحت حل نہیں ہوگا۔(بھٹو)

22-10-76 شیخ عبداللہ کانگریس پارٹی کے سامنے سرنگوں۔مقبوضہ کشمیر میں قومی حکومت کے قیام پر آمادہ ہوگیا۔

14-1-77 مسئلہ کشمیر کا صرف جمہوری حل چاہتے ہیں۔موقف سے انحراف نہیں کرینگے۔(بھٹو کا انٹرویو)

15-1-77 حکومت پاکستان نے مسئلہ کشمیر پر قرطاس ابیض شائع کیا۔

27-3-77 سیاسی بحران کے بعد مقبوضہ کشمیر میں گورنر راج نافذ،اسمبلی توڑی گئی۔شیخ عبداللہ وزارت اعلیٰ سے مستعفی ہوا۔

6-2-78 بھارتی وزیر خارجہ اٹل بہاری واجپائی مسئلہ کشمیر پر مذاکرات کے لیے اسلام آباد پہنچا۔

7-2-78 پاک بھارت تعلقات بہتر ہونے کے بعد تنازعہ کشمیر کا تصفیہ کیا جائے گا۔(واجپائی)

20-4-78 بھارتی اخبارات نے اندرا گاندھی اور بھٹو کے مابین مسئلہ کشمیر پر ہونے والے ''خفیہ معاہدے'' کا متن شائع کیا۔
وزیر خارجہ واجپائی نے تبصرے سے انکار کیا۔

(جاری ہے)

عالم کی ذمہ داری

شیخ الحدیث سید فضل الرحمن

تعلیمی سال ۱۴۲۷ھ مطابق 2006ء میں جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی سے 68 طلباء وطالبات کی فراغت ودستار فضیلت کی تقریب میں مولانا فضل الرحمن صاحب شیخ الحدیث جامعہ بلتستان شگر مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے۔ آپ نے سند فراغت حاصل کرنے والے طلباء وطالبات سے خصوصی خطاب کیا۔ جسے افادہ عام کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ التراث)

الحمد لله الذي علم بالقلم ﴿علم الإنسان ما لم يعلم﴾ والصلاة والسلام على رسوله الذي بُعث بالعلم والحِكَم، وعلىٰ آله وأصحابه الذين نشروا العلم في العرب والعجم ﴿سبحانك لا علم لنآ إلا ما علمتنآ إنك أنت العليم الحكيم﴾

''علمائے عزیز!'' یہ خطاب ان خوش نصیب ''**عالمات**'' اور ''**علماء**'' کی طرف ہے جو آج باقاعدہ طلب علم کی منزل طے کر کے اس خطاب کے ''مستحق'' ہوئے ہیں۔ آج سے پہلے وہ طالب علموں کے گروہ میں شامل تھے، جن کی جدوجہد اور کوشش کے تمام مظاہر اس درسگاہ کی چہار دیواری کے اندر محدود تھے۔ لیکن آج وہ اس تنگ دائرے سے نکل کر انسانی معاشرے کے بہت بڑے دائرے میں آگئے ہیں۔ آج سے ان کی ذمہ داریاں ان کے پچھلے زمانے سے بالکل الگ اور ممتاز ہوگئی ہیں۔

اب ان کی ذمہ داریاں کسی درسگاہ کے نظام اور ٹائم ٹیبل کے **محکوم** و **تابع** کی حیثیت سے نہیں، بلکہ بحیثیت ایک **حاکم** اور **متبوع** کے ہیں۔ اب نہ صرف ایک محلّہ، نہ صرف ایک شہر، نہ صرف ایک ملک، بلکہ پوری دنیائے اسلام کی ذمہ داریاں ان میں سے ہر ایک کے سر بقدر اس کی توفیق اور کوشش کے ہیں۔ اب آپ سنت وشریعت پر عمل کا نمونہ بن کر دنیا کے سامنے آرہے ہیں۔ اب آپ کی حیثیت اتنی اونچی ہورہی ہے کہ اپنے علم اور عمل کی طاقت سے صراط مستقیم پر چل کر حق کے رہنما اور مسلمانوں کے رہبر بن سکتے ہیں۔ اور اگر حق کی شاہراہ سے آپ کا علم یا قدم ذرا ہٹ جائے۔ تو (**ضلوا فاضلوا**) کے مصداق بھی بن سکتے ہیں۔

اس لئے آج زرین موقع ہے کہ آپ اپنی زندگی کو اپنے علم کی روشنی میں جس کو آپ نے اتنی محنتوں اور کوششوں سے حاصل کیا ہے، اس منزل مقصود کے لیے قدم اٹھائیں، جس کے لیے آپ نے اپنے شوق ومحنت سے، آپ کے استادوں نے پورے ذوق وشوق سے اور اس تعلیمی ادارے نے بڑی آرزوؤں اور تمناؤں سے آپ کو تیار کیا ہے۔

جو کچھ میں آج آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہی ہے جو آپ سالہا سال تک کتابوں میں پڑھتے رہے ہیں۔ اور آپ کے اساتذہ

نے آپ کو سکھایا ہے۔اس لیے میرا یہ بیان آپ کے لیے صرف **تذکیر** اور **یاددہانی** ہے۔

عزیز علمائے کرام! آپ کو معلوم ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب میں سے اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو **علم** کے ساتھ مبعوث ہوا اور **حکمت** دے کر بھیجا گیا ہے۔اس کے نزدیک نسل انسانی کا آغاز ہی **علم** سے ہوا ہے۔اور اسی کے ذریعے آدم علیہ السلام کے سر پر کرامت کا **تاج** رکھا گیا۔جیسا کہ ﴿**ولقد کرمنا بنی ادم**﴾ (الاسراء: ۷۰) کی موروثی عزت ﴿**وعلم ادم الأسماء کلها**﴾ (البقرۃ: ۳۱) کا پرتو ہے۔ہم کو وہ رسول ﷺ عنایت کیا گیا جس کی شان یہ ہے: ﴿**یتلو علیهم ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة**﴾ (الجمعۃ: ۲) ہم کو وہ وحی مرحمت ہوئی جس کا آغاز ہی ﴿**اقرأ باسم ربک الذی خلق ۞ خلق الانسان من علق ۞ اقرأ وربک الاکرم ۞ الذی علم بالقلم ۞ علم الانسان ما لم یعلم ۞**﴾ (القلم: ۱-۵) سے ہوا۔

وہ عرب جن کی نادانی اور جہالت ضرب المثل تھی، اس دین کو پاکر علم وحکمت کے سرمایہ دار اور اسرار ورموز الٰہی کے امانت دار ہو گئے۔وہ قریش جن میں مؤرخ بلاذری کے مطابق بعثت نبوی کے وقت صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اسلام کی روشنی سے پرنور ہو کر ساری دنیا کے **معلم** و **استاد** بن گئے۔مدینہ میں اس دور کی چھوٹی سی مسجد جو ﴿**أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى**﴾ کے شرف سے مالا مال ہے' اسلام کی پہلی درسگاہ ہے۔وہی حق کی عبادت کا مقام اور علم کی اشاعت کا مرکز تھی۔اسلام عرب کے ریگستان سے نکل کر دنیا کے جس حصے میں بھی پہنچا' اسے علم کی **روشنی** سے **منور** کر دیا۔مصر، شام، ایران، عراق، خراسان، افریقہ، مغرب، اسپین سب میں علم کی بہاریں آئیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ نے ہادی برحق ﷺ کی معرفت سے علم کا جو خزانہ پایا تھا' اس کو ربع مسکون میں بانٹا۔

آج انہی کی کوششوں کا صدقہ ہے کہ سرزمین عرب سے ہزاروں میل دور بیٹھ کر ہمارے علماء علم وعرفان کی دولت تقسیم کر رہے ہیں۔جہاں جہاں بھی مسلمان پھیلے ان کی عبادت گاہیں علم کی درسگاہ بنیں، یہاں تک کہ چوتھی صدی ہجری میں خراسان میں **مدارس** کے نام سے الگ عمارتوں کا رواج ہوا۔جہاں تک ضرورتوں کا **تعلق** ہے، یہ علیحدگی تمدن کی وسعت کا لازمی نتیجہ تھی۔لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے' اس کو نہ بھولنا چاہیے کہ ہماری عبادت گاہ ہی درسگاہ ہے اور درسگاہ ہی عبادت گاہ۔

غرض یہ ہے کہ علم ہی ہماری عبادت کا اہم حصہ ہے۔اس لئے جس طرح ہماری **عبادت** صرف اللہ ہی کے لیے ہونا چاہیے، اسی طرح ہمارا علم بھی اللہ ہی کے لیے ہونا چاہیے۔کیونکہ اسلام میں علم کی غرض وغایت نہ تو نوکری وخدمت ہے، نہ امتیاز وشہرت، نہ ذریعہ رزق ہے نہ دنیا طلبی۔بلکہ اس سے مقصود اللہ کی معرفت اور اس کے احکام اور شرائع سے واقفیت ہے۔اور اس کے ذریعے ہی اللہ کی خوشنودی کی طلب ہے۔اس لئے ہر وہ شخص جس کے علم کی غرض وغایت یہ نہیں' وہ سچا عالم بھی نہیں۔آپ کو ترمذی شریف میں حضرت

ابو ہریرہ ؓ کی وہ روایت یاد ہوگی جس کو بیان کرتے ہوئے ان پر غشی طاری ہو جاتی تھی کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن جب عالم سے پوچھے گا کہ تم نے **علم** پڑھ کر کیا **عمل** کیا؟ اور وہ جواب دے گا: میں نے "تیری رضا کیلئے" قرآن پڑھا اور پڑھایا۔ اس پر اللہ ارشاد فرمائے گا: تم نے **علم** اس لئے پڑھا کہ تم کو **عالم** کہا جائے، تم کو دنیا میں عالم کہا جا چکا اور تم اپنی مزدوری پا چکے۔ پھر اسے اوندھے منہ جہنم میں گرایا جائے گا۔" أعاذنا الله

فرمان الٰہی اور کلام نبوی میں **علماء سوء** کی جو مذمتیں آتی ہیں، ان سے کون واقف نہیں؟! ہر قدم پر ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا چاہیے کہ ان برائیوں سے ہمیں محفوظ رکھے تاکہ ہم ﴿**مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا** ۞﴾(الجمعة:٥) کے مصداق نہ بن جائیں اور ﴿ **أتأمرون الناس بالبر و تنسون أنفسكم وأنتم تتلون الكتٰب**﴾ (البقرة:٤٤) ہمارا شیوہ نہ ہو۔

ایک عالم دین کا **پہلا فرض** یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کا رشتہ مستحکم ہو۔ اس کا علم صرف اسی کے لئے ہو۔ اس کی سعی وکوشش کی ہر حرکت کا مرکز اللہ کی رضا وخوشنودی کی طلب ہو۔ اس کا علم پہلے اسی کے لیے ہو، پھر دوسروں کے لیے۔ یعنی وہ(**اتّعِظْ ثُمّ عِظْ**) کا عملی پیکر ہو۔ جس کا معاملہ اللہ کے ساتھ درست نہیں، جس کی نیت بخیر نہیں، جس کا عمل اخلاص پر نہیں، اس کے لیے کوئی خیر وبرکت نہیں۔

علمائے سلفؒ کی زندگیاں کم وبیش ہماری زندگیوں سے بڑی نہ تھیں۔ لیکن اسی زندگی میں انہوں نے جو بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے، جو مفید وضخیم تصنیفات یادگار چھوڑیں، اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کا جو وسیع حلقہ تیار کرلیا، تاریخ کے اوراق میں حیرت کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔

امام مالکؒ کے تلامذہ کے حلقے میں ایشیا، افریقہ اور یورپ کے باشندے داخل ہیں۔ امام بخاریؒ کے ایک شاگرد فربریؒ کے تقریباً 90000 شاگرد تھے۔ اگر دنیا میں ابن جریر طبریؒ کی کوئی کتاب نہ ہوتی، صرف تفسیر کی تیس جلدیں ہوتیں تو ان کی دینی اور علمی خدمت کی حیرت انگیز مثال ہوتی۔ لیکن اس ضخیم تالیف کے ساتھ تاریخ واخبار اور فقہ وآثار کے دوسرے بیسیوں کارنامے موجود ہیں۔ ابن الجوزیؒ کی تصنیفات کا ان کی زندگی کے ایام پر حساب لگایا جائے تو اوسطاً 6 صفحے روزانہ ہوتے ہیں۔ امام رازیؒ کی صرف تفسیر کبیر ہی تصنیف ہوتی تو ان کی زندگی کی بڑی خدمت ہوتی، لیکن ان کی تصنیفات کے ہزاروں صفحات ان کے علاوہ ہیں، جو اس حالت میں ترتیب دیے گئے جب دنیائے اسلام تاتاریوں کے حملوں سے زیروزبر ہو رہی تھی۔

ان مثالوں سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ان بزرگوں کے کارناموں کی یہ وسعت ان کے حسن نیت کا صدقہ تھی۔ آج بھی

کامیابی کا واحد ذریعہ وہی ہے جو پہلے تھا۔ امام مالکؒ کا یہ قول بھولنے کے قابل نہیں:

(لایصلح آخرُ هذه الأمةِ إلا بما صلح به أولُها)

علمائے عزیز! ہمارے علماء کو اخلاق میں مقدور بھر اپنے نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام ؓ اور سلف صالحین کا نمونہ بننا چاہیے۔ ان میں ایثار ہو، ان میں مالی قناعت ہو، ان میں امیروں کی خوشامد اور چاپلوسی سے احتراز ہو۔ انہیں بلند نظر، بلند ہمت، حق گو اور حق کے اظہار میں بے باک ہونا چاہیے۔

علمائے عزیز! اس سے پہلے کہ آپ قوم میں جائیں اور ملک میں پھیلیں، آپ کو اندھا دھند تقلید کی غلطی سے ہوشیار ہونا چاہیے اور فرقہ بندی کے تنگ دائرے سے نکل کر اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں مصروف ہونا چاہیے۔ آج معاشرے میں جو فقہی اختلافات ہیں وہ کم وبیش صحابہ کرام ؓ کے زمانے سے چلے آرہے ہیں۔ ایک کی نظر میں کوئی پہلو قوی ہے اور دوسرے کی نظر میں کوئی دوسرا۔ اگر صحابہ کرام ؓ اپنے فروعی اختلافات کے باوجود ﴿انما المؤمنون اخوة﴾ (الحجرات: ١٠) کی مثال اور ﴿کأنهم بنیان مرصوص﴾ (الصف: ٤) کا نمونہ تھے ...... تو کیا وجہ ہے کہ آج بھی ہم ان کی پیروی میں اپنے اپنے تحقیقی اختلافات کے ساتھ گل مل کر ایک متحدہ جماعت نہ بن سکیں۔☆

آپ کو فخر ہونا چاہیے کہ آپ نے ایک ایسی درسگاہ میں تعلیم پائی ہے جس کی بنیاد صحیح نقطہ نظر پر استوار کی گئی ہے۔ اس کے احاطے میں مختلف خیال اور متنوع طرز کے اساتذہ سے آپ نے فیض پایا۔ اس کے کارکنوں میں ایسے مخلص شامل ہیں۔ جو اپنی اپنی تسلی کے مطابق پورے اخلاص و یکجہتی کے ساتھ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ جن بھائیوں کے ساتھ مل کر آپ نے اپنی زندگی کے بہترین دن گزارے ہیں، ان میں سے ہر ایک کی جداگانہ روش کے باوجود پوری محبت اور برادرانہ خلوص قائم رہا۔ اب آپ میں سے ہر ایک کو امید اور کوشش ہونا چاہیے کہ آپ کی آئندہ زندگی بھی اسی محبت و یکجہتی کے ساتھ بسر ہوگی اور فرقہ واریت کے بجائے اُصل

☆ یہ مطلوبہ کیفیت **علم** و تحقیق کے **زوال** اور تقلید و تعصب کے **عروج** سے **متاثر** بلکہ **مسموم** امصار و امصار کے لئے مناسب ہو سکتی ہے۔ **الحمد لله** آج اسلاف عظام کی بیشقدر کتابوں کی تحقیق و اشاعت اور انفارمیشن ٹیکنالوجی نے تحقیق و جستجو کی راہیں مزید ہموار اور قریب تر کر دی ہیں جو **متعصب** باحث سے قدم بڑھانے کا حوصلہ چھین لیتا ہے اور تلاش حق میں **مخلص** محقق کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اس صورتحال میں ضرورت احقاق حق اور ابطالِ باطل کے **مقدس جذبے** کی ہے، جو ﴿ما وجدنا علیه اٰبآءَ نا﴾ کے ساتھ (**ما وجدنا علیه فقهاءَ نا وما وجدنا علیه فلاناً وفلاناً**) جیسے جاہلانہ دلائل کی دھجیاں بکھیر دیں۔ ہاں شاذ و نادر مسائل میں ایسی نوبت باقی رہ سکتی ہے۔ (ابو محمد)